بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول(اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری)صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیو ایرا میگزین

مجھے اس شخص سے اتنی محبت ہے

کہ جیسے سیپ کو بارش کی بوندوں سے

کہ جیسے چاند کو سورج کی کرنوں سے

کہ جیسے تتلیوں کو پھول کی رنگت لبھاتی ہے

کہ جیسے جگنوؤں کو رات آنچل میں سجاتی ہے

کہ جیسے موت کے بستر پر کچھ پل سانس کی چاہت

کہ جیسے لمس عیسیٰ سے ملے بیمار کو راحت

کہ جیسے غم کے ماروں سے ہو غم خوار کا رشتہ

کہ جیسے دھوپ سے ہو سایہ دیوار کا رشتہ

کہ جیسے بانسری کی لئے پی سانسیں گیت بنتی ہیں

کہ جیسے وصل رت میں دھڑکنیں سنگیت بنتی ہیں

کہ جیسے بلبلیں پھولوں کی رت میں گنگناتی ہیں

کہ جیسے چودھویں کے چاند کو لہریں بلاتی ہیں

سبھی کچھ کہہ دیا پھر بھی ہے دل میں آنکہی باقی

رہی اظہار کے لفظوں کی یونہی تشنگی باقی

محبت کے سمندر کے کنارے ہو نہیں سکتے

میرے جذبوں کے قابل استعارے ہو نہیں سکتے!

New Era Magazine

قلم بند کر کے اس نے ڈائری پہ رکھا۔ آج اسے وہ شخص بے انتہا یاد آ رہا تھا۔ وہ سارا وقت جو اس کے ساتھ گزرا۔ وہ چند لمحے جو اس کی متاع حیات تھے۔ وہ شخص جو شاید اس سے بہت بد گمان تھا نہیں جانتا تھا کہ وہ کب سے اس سے بہت خاموشی سے محبت کئے جا رہی ہے۔ ایسی محبت جو اظہار کے بعد بھی خاموش ٹھہری۔

اس نے پوروں سے اپنی نم پلکیں صاف کر کے ڈائری بند کی۔ آج کے بعد اسے اس ڈائری کے صفحے کبھی نہیں پلٹنے تھے۔۔ آج کے بعد اس سے اس شخص کو سوچنے کا حق بھی چھن جانا تھا!

******

دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ قدموں کی چاپ دھیرے دھیرے اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے" بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔

"جی؟"

"تمہارے کتنے افیئر زرہ چکے ہیں؟" بغیر کسی تمہید کے پوچھا گیا۔

New Era Magazine

سوال تھا یا کوئی بم جو اس کے کانوں میں پھٹا تھا۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ عروسی لباس میں سجی سنوری وہ لڑکی بری طرح سہم گئی۔

"بولو؟ چپ کیوں ہو؟" سخت لہجہ اسے احساس دلا گیا کہ آگے کی زندگی پہلے سے زیادہ مشکل ثابت ہونے والی ہے۔

"میں آپ کو بتانا چاہتی تھی مگر........."

"مگر تم مجھے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ ہے نہ؟" اس کی بات کاٹ کر وہ ترش لہجے میں بولا۔ وہ خاموش رہی۔

"سنا ہے ان میں سے ایک کے ساتھ تم کافی سیریس بھی تھی مگر پھر تم نے اسے بھی چھوڑ دیا؟" اس نے اس کا معصوم سا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

"کیوں؟" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر وہ دھیمی آواز میں غرایا۔ وہ سن ّرہ گئی۔ کچھ دیر اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ وہ شخص کیسے ہو سکتا ہے جسے اس نے سب سے زیادہ چاہا تھا؟

"کیوں؟ یقین نہیں آ رہا نہ؟" وہ طنزاً مسکرایا۔ عائزہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"مجھے تم سے کبھی بھی محبت نہیں تھی عائزہ۔ مگر تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میں نے اسی دن سوچ لیا تھا تم سے بدلہ ضرور لوں گا۔ تم کیا سمجھتی ہو؟ تم اس دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی ہو؟" وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔

"ہاں ہو تو! مگر اب نہیں رہو گی" وہ دراز پر جھکا۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔ وہ کیا کرنے جا رہا تھا؟

"تم کہتی تھی نا۔۔۔۔ میرے لئے جان بھی دے سکتی ہو؟"

وہ سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ میں روالور دیکھ کر اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"کیوں؟ دے سکتی ہو نہ؟" وہ روالور پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ لیں۔

تو آخر اس شخص نے بھی اسے نہ سمجھا تھا۔ وہ اسے پا کر بھی خالی دامن رہ گئی تھی۔ اس کی ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا؟ اس کی اتنے سالوں کی خاموش ریاضت کا یہی صلہ تھا؟

وہ اس کی طرف روالور بڑھا رہا تھا۔ اسے لگا وہ اپنی جگہ جم سی گئی ہے۔ ہاتھ لرز رہے تھے مگر وہ انہیں حرکت نہیں دے پا رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر الفاظ زبان سے نکل ہی نہیں رہے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ تم نہیں دے سکتی تو میں خود ہی لے لیتا ہوں"

اس نے عائزہ کا ہاتھ تھام کر سختی سے دبایا۔ اس نے بے یقینی سے اپنے سینے سے لگی روالور کو دیکھا پھر اسے تھامنے والے ہاتھ کو۔ اور پھر اس شخص کو جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ لمحہ ان دونوں پہ قیامت لایا تھا۔ ٹرگر دب چکا تھا اور۔۔۔۔۔۔۔ اس کی آخری سانس فائز کو اس کی اہمیت کا احساس دلا گئی تھی۔ اس کی محبت سے آشنا کر گئی تھی۔

وہ بیڈ پہ گر سی گئی۔فائز نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔لرزتی پلکوں سے آنسو نکل کے اس کے بالوں میں جذب ہونے لگے۔جس پل اس نے آنکھیں بند کیں فائز کو ہوش آگیا۔

"عائزہ۔۔۔عائزہ"

وہ بے یقینی سے اسے پکارنے لگا مگر وہ تو اگلے جہان پہنچ چکی تھی۔واقعی محبت نے اس لڑکی کی جان لے لی تھی۔اسے جیتے جی تو کوئی سمجھ نہ سکا تھا شاید اب اس کی موت کے بعد کوئی اسے سمجھ پاتا۔

اس لڑکی کی محبت آج فائز کے دل میں اتار دی گئی تھی۔شاید اب اس کا درد بھی اس کے دل میں اترنے والا تھا!!

****

"تمہیں پتہ ہے ربیعہ؟ آج پھر میں نے اسے دیکھا۔وہ اب تک ویسا ہی ہے۔خوبرو، باوقار اور سنجیدہ۔اور پتہ ہے میں نے اس سے بات بھی کی۔کافی دیر اس کے ساتھ بیٹھ کے میں نے اس سے باتیں کیں۔اسے قریب سے دیکھا۔وہ اب بھی کم بولتا ہے مگر پیارا بولتا ہے۔تمہیں پتہ ہے۔۔۔۔۔۔؟؟"

ربیعہ کے سامنے آتے ہی وہ نان اسٹاپ شروع ہو چکی تھی۔ بہت کم گو ہونے کے باوجود جب بات اس شخص کی ہوتی تو وہ اسی طرح شروع ہو جاتی تھی۔ پھر سامنے والا سنے یا نا سنے، خیر ہے۔

"اوہو عائزہ۔ تھوڑا بریک بھی لے لیا کرو۔۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم نے آخر اسے دیکھ کہاں لیا اتنے سالوں بعد؟" ربیعہ نے اسے ٹوکتے ہوئے سوال کیا۔

"خواب میں۔۔!" آنکھیں میچ کر جواب دیا گیا۔

"واٹ؟ خواب میں؟" ربیعہ کی چیخ اتنی زوردار تھی کہ آس پاس کے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ذرا دھیرے بولو۔۔ اتنا چیخ کیوں رہی ہو؟" اس نے جھنجھلا کر ربیعہ کو ڈپٹا۔

"تم نے بات ہی ایسی کی ہے۔ میں چیخوں نہ تو اور کیا کروں؟ بھلا بتائو اتنی دیر سے تم جس انہونی کے ہونے کا ذکر کر رہی ہو وہ ہوئی بھی ہے تو آپ کے خواب میں۔۔ یعنی کہ حد ہو گئی" اس نے بھنویں سکوڑتے ہوئی جواب دیا۔ اس کی بات سن کر وہ ایک پل کو خاموش سی ہو گئی۔

"حقیقی زندگی میں جس کا نظر آنا ناممکن ہو ربیعہ! اس کا دیدار اگر سالوں بعد خواب میں ہی ہو جائے تو وہ ہی ہمارے لئے بہت ہوتا ہے۔ وہ شخص مجھے خوابوں میں بھی مشکل سے دکھتا ہے۔ اتنا خفا ہے مجھ سے کہ خوابوں میں بھی آنا چھوڑ چکا ہے" کچھ دیر پہلے جس چہرے پر بے انتہا خوشی دکھائی دے رہی تھی اب اسی چہرے پر دکھ کے سائے لہرانے لگے تھے۔ اسے اداس ہوتا دیکھ کر ربیعہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

New Era Magazine

"عائزہ تم اسے بھول کیوں نہیں جاتی؟ میری جان جس انسان کا خیال آپ کو تکلیف دے ہمیں اسے بھول جانا چاہیے۔ تم اس حقیقت کو قبول کیوں نہیں کر لیتی کہ وہ کئی سال پہلے تمہاری ایک غلطی اور ہزار غلط فہمیوں کی بنا پر تمہیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔ حقیقت کی دنیا میں واپس آجاؤ عائزہ! اسے بھول کر زندگی آسان ہو جائے گی" اس نے ہمیشہ کی طرح اسے نرم لہجے میں حقیقت سے آگاہ کرنا چاہا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں نے کوشش نہیں کی ہو گی؟ میں نے کی ہے ربیعہ! ہر طریقہ آزمایا، ہر تدبیر کی مگر بے سود۔۔ اور میری کوششوں کی تو تم خود گواہ ہو۔ میں نے اس ایک شخص کو بھول جانے کے لیے کیا نہیں کیا مگر شاید اسے بھول جانا ممکن نہیں ہے۔ وہ میرے لہو میں دوڑتا ہے، میرے دل میں دھڑکن بن کر زندہ ہے۔ میں خود کو تو بھول سکتی ہوں مگر شاید اسے نہیں۔ وہ کیا ہے نہ کہ

مشورہ ٹھیک تیرا اپنی جگہ پر لیکن یار وہ شخص میری آنکھ کی بینائی ہے" اس نے بے بسی سے ہونٹ کاٹے۔

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ آج کیا کھلا رہی ہو؟ قسم سے بہت بھوک لگی ہے" اس نے جلدی سے بات بدلی۔

"کیوں؟ میں کیوں کھلاؤں؟ آج نہ گھر پہ اماں ہیں نہ میرا کچھ بنانے کا ارادہ ہے۔ تمہیں جو کھانا ہو اپنے گھر ہی جا کر کھا لینا" اس نے منہ بناتے ہوئے گھاس پر رکھا اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھا کر اس میں پاس پڑی نوٹ بکس رکھیں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساتھ ہی ربیعہ بھی کھڑی ہو گئی۔

New Era Magazine

"ارے ہاں یاد آیا۔۔ آج نہ آپی نے چکن لالی پاپ بنائے ہیں۔ تم بھی چلو۔ ساتھ مزے کریں گے "وہ جانتی تھی گھر جا کے وہ سارا دن بھوکی بیٹھی اس شخص کو سوچتی رہے گی اور وہ اسے اس اذیت میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"نہیں یار آج بالکل دل نہیں چاہ رہا۔ پھر کسی دن چلوں گی "اس نے سست قدموں سے چلتے ہوئے سامنے لگے پام کے درخت پر بیٹھی چڑیا کو دیکھتے ہوئے انکار کیا۔

"میں نے تم سے پوچھا نہیں بتایا ہے۔ تم میرے ساتھ چل رہی ہو بس "اس نے سامنے سے گزرتے رکشے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور اس کا ہاتھ کھینچتی اس میں بیٹھ گئی۔ مجبوراًاسے بھی بیٹھنا پڑا۔

****

لائبریری سے نکل کر اس نے بے ساختہ آسمان کی طرف دیکھا جہاں بادل برسنے کو تیار کھڑے تھے۔ اسے یاد آیا اس معصوم سی لڑکی کو بارشیں بے حد پسند تھیں۔ جب بھی آسمان سے یہ شفاف قطرے گرتے وہ خوشی سے جھوم اٹھتی تھی۔ پاکیزہ بارش کی طرح پاکیزہ لڑکی! بارش کی پہلی بوند نے اسے سوچ کے بھنور سے چونکایا۔ اس نے اپنے ہاتھ کی پشت پر گرے بارش کے ننھے قطرے کو دیکھا۔ وہ بارش جیسی لڑکی اسے کب اتنی عزیز ہو گئی وہ جان ہی نہیں سکا۔ انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے وہ اس محبت کو محسوس ہی نہیں کر سکا جو اس کی ہزار کوشش کے باوجود اس کے دل سے کبھی ختم ہی نہیں ہوئی تھی۔ احساس ہوا تو تب جب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس نے اسے پا کر کھو دیا تھا۔

"بھلا ایسا بھی کوئی کرتا ہے؟ کوئی اپنے ہاتھوں اپنی خوشیاں اجاڑتا ہے؟" وہ دھیمے قدموں سے چلتا بارش میں بھیگتے ہوئے بینچ پر بیٹھ گیا۔

"مگر نہیں اس نے میرے ساتھ غلط کیا تھا، مجھے دھوکا دیا تھا۔ اس کا یہ انجام ہونا ہی تھا" اس نے سوچوں کا رخ دوسری طرف موڑنا چاہا۔ اپنے جلتے ہوئے دل اور ضمیر دونوں کو سمجھانا چاہا۔ ضمیر نے بہت خاموش نظروں سے اسے دیکھا اور دل میں ایک شکوہ ابھرا، ایک ملال اترا۔ کاش!

****

وہ سر جھکائے بریانی سے انصاف کر رہی تھی جب کوئی بہت آہستگی سے اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ وہ کھانے میں اس قدر محو تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا۔ احساس تو تب ہوا جب ربیعہ نے اس کے پیروں پر اپنے پیر رکھ کر اسے ہوش دلانا چاہا۔

"آ.. کیا کر......." بات منہ میں ہی رہ گئی۔ وہ جو بھی تھا بے حد ہینڈسم تھا۔ اوپر سے چہرے کی سنجیدگی اس کی شخصیت کو مزید سحر انگیز بنا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس نے ربیعہ کی طرف دیکھا۔

"تم نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ تمہاری منگنی ہو گئی ہے؟" اس کی بات پر ربیعہ نے کافی حیرت سے اسے دیکھا۔ فائز کی آنکھوں میں بھی الجھن اتری۔

"اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو جیسے کچھ جانتی ہی نہیں۔ مانو نہ مانو تمہاری ایکٹنگ بہت بیکار ہے۔ میں سب سمجھتی ہوں کہ......."

"ایکسکیوز می" وہ اور بھی جانے کیا کہنے والی تھی کہ بھاری آواز نے اسے خاموش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔

"میں فائز ہوں۔ فائز میر! ایم بی اے تھرڈ ائیر۔ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے آپ کو اعتراض نہ ہو تو.." اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی.. جی بولیں" وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی۔ اس کے کہنے پر وہ کرسی کھینچ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ جب کہ وہ دونوں منتظر نظروں سے اس کے بے داغ چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"سر اقبال نے ہمارے بزنس پروجکٹ کے پروڈکٹ پرزنٹیشن کے لئے مجھے آپ دونوں کو ایز پارٹنرز سجیسٹ کیا ہے۔ تو اس بارے میں، میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا" اس کے بتانے پر اسے یاد آیا۔ سر اقبال نے اسے فائز میر سے ملنے کو کہا تھا۔

"جی ہاں میں بھی آپ سے بات کرنے والی تھی اس سلسلے میں" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے جلدی سے بولی۔ اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ بندہ فائز میر ہو گا۔

"تو مجھے امید ہے آپ کی پرزنٹیشن فائل تیار ہو گی۔ ویسے کس پروڈکٹ پہ کام کر رہی ہیں آپ؟" اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے بوکھلا کر ربیعہ کو دیکھا۔ ربیعہ کی حالت بھی کم و بیش اس کے جیسی ہی تھی۔ ان دونوں نے ہی اب تک نہ فائل بنائی تھی نہ کوئی پروڈکٹ سوچا تھا۔ دونوں کو خاموشی سے پلکیں پٹپٹاتے دیکھ کر وہ جھنجھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کل اپنے سیمپلز لے کر آؤں گا۔ آپ بھی اپنے سیمپلز وغیرہ لے آئیں تا کہ ہم پرزنٹیشن کی مکمل تیاری کر سکیں۔ ہمارے پاس وقت کم ہے اور کام زیادہ تو ہمیں ایک ایک لمحہ یوٹلائز کرنا ہو گا۔ میں چلتا ہوں" بات مکمل کر کے وہ بنا ان کی بات سنے باہر نکل گیا۔

"ہاہہہہ......" اس کے باہر نکلتے ہی دونوں کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"یار کیسے گزرے گا وقت اس کے ساتھ؟ اوپر سے فائل بھی اسے کل ہی چاہیے۔ یہ تو سر اقبال کا چھوٹا بھائی لگتا ہے" ان دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ جبکہ وہ باہر کھڑا اپنی قسمت پر رو رہا تھا۔ جانے کیسی لڑکیوں میں پھنس گیا تھا۔ پتہ نہیں انہیں کچھ آتا بھی تھا یا نہیں؟

****

اس نے کانپتے ہاتھوں سے خون میں لت پت ہاتھ کو تھام کر نبض چیک کی جواب دھیمی پڑ چکی تھی۔ اسی پل سیل کی تیز آواز نے اسے چونکا دیا۔ یہ اس کا فون نہیں تھا بلکہ زندگی کی آخری سانسیں گنتی اس لڑکی کا تھا۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا۔ فون کی اسکرین پر اماں کالنگ جگمگا رہا تھا۔ اس نے ایک پل کے لیے سوچا کہ فون بند کر دے مگر اگلے لمحے وہ کال ریسیو کر کے کان سے

لگا چکا تھا۔

"عائزہ سب ٹھیک ہے نہ؟ جانے کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ بیٹا مجھے بتاؤ سب ٹھیک ہے نہ؟" اماں کی گھبرائی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ اس نے نظریں گھما کر خون میں

لپٹی عروسی لباس میں ملبوس اس معصوم لڑکی کو دیکھا جس کی دھیمی سانسیں بھی اب بند ہو چکی تھیں۔اس کے ذہن میں ایک
منظر اپنی پوری جزئیات کے ساتھ بیدار ہوا۔غصے کی تیز لہر نے بہت تیزی سے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔اس نے کان سے فون ہٹا کر آف کر دیا۔پھر بیڈ سے کچھ فاصلے پر موجود اپنا تیار شدہ بیگ اٹھایا۔ٹیبل پر رکھا پاسپورٹ اور ویزہ اٹھا کر جیب میں رکھا۔والٹ چیک کیا اور بہت آہستگی سے پچھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔دروازہ بند کرنے کی زحمت بھی نہیں کی گئی تھی۔
سارالان صبح کی چہل پہل کے بعد اب سنسان پڑا تھا۔اسے دور کونے میں کھڑا اگل مہر کا درخت بہت اداس لگا۔اس لڑکی کی محبت،وہ درخت!
سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ایک دم اس کے قدم لڑکھڑائے۔اس نے سنبھلتے ہوئے ریلنگ کا سہارہ لیا۔ایک پل کے لیے مڑ کر دیکھا پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔اس نے کلائی پر بندھی ریڈیم ڈائل گھڑی پر ایک نظر ڈالی جو ڈھائی بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔آدھے گھنٹے بعد اس کی فلائٹ تھی اور اس کے بعد کوئی اس کی خاک بھی نہیں پا سکتا تھا۔دنیا میں کسی اپنے کا نہ ہونا بھی ہمیں بہت سی پریشانیوں سے بچا لیتا ہے۔
اس نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے سوچا۔گیٹ کھولتے چوکیدار نے اسے کافی حیرت سے دیکھا تھا۔

****

کافی دیر سے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے بالآخر بیزار ہو کر اس نے اپنی نازک کلائی پر بندھی سنہری گھڑی پر ایک بیزار سی نظر ڈالی۔چار بجتے دیکھ کر اس کی بیزاری میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"کہاں رہ گیا یار؟ ویسے تو بڑا وقت کا پابند بنتا ہے" تنگ آکر وہ بنچ کی طرف بڑھی۔آج گرمی بھی روز سے زیادہ تھی۔سورج تھا کہ جیسے سر پر ہی آ کھڑا ہوا تھا۔

"ویسے اس نے مجھے اس وقت بلایا کیوں ہے؟"اس کے دماغ میں بار بار ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔

"ایک تو یہ بندہ میری سمجھ سے باہر ہے۔پل میں شولہ پل میں شبنم! پروجکٹ کے دوران بھی جب دل ہوتا تعریفوں کے پل باندھ دیتا اور جب موڈ خراب ہو سب کے سامنے جھاڑ کر رکھ دیتا۔جانے کیسا انسان ہے۔اس وقت بھی امرجنسی کا کہہ کر بلالیا اور خود جیسے کوہ قاف میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے" وہ غصے سے بل کھائے جا رہی تھی۔

تبھی اسے وہ سامنے سے آتا نظر آیا۔

"شکر اللہ" بے ساختہ شکر ادا کرتے ہوئے وہ دوبارہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوری مجھے دیر ہوگئی" وہ قریب آکر معزرت خواہ لہجے میں گویا ہوا جبکہ وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔وہ ہمیشہ ہی ٹپ ٹاپ رہتا تھا مگر آج فائز کی تیاری اسے کچھ خاص سی لگی۔بلیک ٹو پیس اور بلیک ہی گلاسز میں اس کی اجلی صاف رنگت اور بھی دمک رہی تھی۔وہ ایک پل کو اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکی۔

"اصل میں آج ٹریفک کچھ زیادہ ہی تھا" اس کی وضاحت پر عائزہ نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ ناراضگی ظاہر کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں دبے سوخ گلابوں کے بوکے کے بارے میں استفسار کرنے ہی لگی تھی کہ اسے دوبارہ منہ کھولتے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

"آؤ اس گلموہر کی چھاؤں میں چلتے ہیں" فائز نے کچھ فاصلے پر موجود درخت کی سمت اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔

"مجھے نہیں پتا تمہیں میری بات کیسی لگے گی اور تمہاراری ایکشن کیا ہو گا مگر آج میں اقرار کرنا چاہتا ہوں کہ..... "وہ کہتے ہوئے ایک لمحے کو رکا۔ اس کی الجھن بھری نظریں فائز کے وجیح چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے" بات مکمل کر کے اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا؟" اس کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت در آئی۔ اس کے تو وہم و گمان تک میں نہیں تھا کہ ان سرخ گلابوں کے پیچھے یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ کتنی ہی دیر شاک کے عالم میں کچھ بول نہ سکی۔

"ہاں عائزہ! میرے دل میں تمہارے لیے یہ احساس پچھلے دو مہینوں سے موجود ہے۔ مگر ان دو مہینوں میں جانے کیوں میں تم سے کہہ نہیں سکا۔ بس خاموشی سے تمہیں دل میں ہی چاہا۔ دور سے دیکھتا رہا اور۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ مزاق کر رہے ہیں نہ؟" اس کی آنکھوں کی حیرت اب بے یقینی میں ڈھل چکی تھی۔

"نہیں میں مزاق نہیں کر رہا۔ میں واقعی تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ شاید اب بھی تمہیں نہ بتاتا پر جب ربیعہ نے مجھے بتایا کہ تمہارا پروپوزل آیا ہوا ہے اور شاید۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گیا اور تب اسے سمجھ آیا کہ فائزمیر نے اسے اتنی امر جنسی میں اس کڑی دھوپ میں کیوں بلایا تھا۔

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح ری ایکٹ کرنا چاہیے۔ فائزمیر جیسے کٹھور شخص سے وہ اس بات کی بالکل بھی توقع نہیں کر رہی تھی۔ ہاں مگر دل کا ایک کونا خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

"بس یہ کہ ان گلابوں کو قبول کر لو" وہ ہولے سے مسکرایا۔ عائزہ نے بے ساختہ نظریں پھیر لیں۔ اس کی مسکراہٹ پر تو پہلے ہی اس کا دل دھڑک اٹھتا تھا اور اب تو وہ شخص......وہ مغرور شخص خود آکر اس سے اظہارِ محبت کر رہا تھا۔ اس نے ایک پل سوچا اور پھر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں دبے بوکے کو تھام لیا۔ فائز کی آنکھوں کی چمک کو اس نے بہت واضح طور پر بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

"کچھ کہو گی نہیں؟" اس نے دھیرے سے جھک کر استفسار کیا۔ عائزہ کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔ اس کی طویل خاموشی پر فائز نے گردن موڑ کر اس کے معصوم چہرے کو دیکھا۔

"میں تم سے کچھ نہیں مانگتا عائزہ! بس میرا ساتھ دینا" اس کی بات پر وہ کھل کر مسکرا دی۔

"یہ پھول بہت خوبصورت ہیں" اس نے تازہ گلابوں کی مہک اپنے اندر اتاری۔

"تمہاری طرح" فائز نے ہنوز اپنی خوبصورت مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

New Era Magazine

"میں اب چلتی ہوں" وہ ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیوں؟ اتنی جلدی؟" وہ بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"اماں اکیلی ہیں۔ میں انہیں بتا کر بھی نہیں آئی۔ کسی کام سے ڈھونڈنے لگیں تو مجھے نہ پا کر پریشان ہو جائیں گی" اس نے فائز کو تفصیل سے آگاہ کر کے قدم بڑھائے ہی تھے کہ فائز نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے حیرت سے فائز کو دیکھا۔

"ساتھ دو گی نہ میرا؟" اس کے لہجے میں ایک بے چینی سی تھی۔

"محبت کی ہے تو اعتبار کرنا بھی سیکھ لیں کہ اعتبار محبت کی پہلی شرط ہے" اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑا کر قدم آگے بڑھا دیے۔ فائز کی نظروں نے گلی کے موڑ تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

****

کلنک اسٹریٹ سے نکل کر اس نے کیفے نیرو کی طرف قدم بڑھائے۔ آج موسم کافی ابر آلود تھا۔ فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ اس نے گردن کے گرد مفلر لپیٹتے ہوئے کاپا چینو کا آرڈر دیا۔ اندر کے گرم ماحول کے بجائے باہر ہی ٹھنڈے موسم میں بیٹھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے وہ ایک میز کے قریب چلا آیا۔ سرد ہوائیں جیسے اس کی کالی جرسی کو چھیدتی ہوئی اندر گھسی جا رہی تھیں مگر اسے احساس نہ تھا۔

"میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی فائز! نہ ہی کر سکتی ہوں۔ میں نے کبھی تمہارے ساتھ جینا نہیں چاہا۔ نہ ہی جینا چاہوں گی۔ مجھے تم سے نفرت نہیں ہے مگر محبت بھی نہیں ہے۔ ہمارے درمیان جو ایک بے نام رشتہ تھا آج اس کا اختتام ہو جانا چاہیے۔ مجھے آج اس سے یہ سب کہہ

دینا چاہیے ربیعہ ؟"اس کے کانوں میں جیسے سور پھونکا گیا تھا۔ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ چند پل تو وہ پلکیں بھی نہ جھپکا سکا۔ اندر وہ ربیعہ سے اور بھی جانے کیا کہہ رہی تھی۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کلاس سے نکلتی عائزہ دروازے میں ساکت کھڑے فائز کو آنکھیں پھاڑے دیکھے جارہی تھی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر وہ پلٹ گیا۔ اسے سنے اسے دیکھے بغیر.. کوئی شکوہ کرے بغیر.... کوئی استفسار کیے بغیر..

ماضی کی بھول بھلیوں میں ڈوبتے ابھرتے ہوئے اس نے کافی کی تلخی اپنے اندر اتاری۔

"تم کہتی تھی نہ میرے لیے جان بھی دے سکتی ہو ؟" آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے گرم کافی کا دوسرا گھونٹ بھرا۔

"چلو میں ہی لے لیتا ہوں" گولی اس کے سینے میں اتر چکی تھی۔ وہ بیڈ پر گری تھی اور.......

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

"آخر اب کیوں سوچتا ہوں میں تمہیں؟ تم نے جو کرنا تھا کر لیا۔ میں جو کرنا تھا کر چکا۔ اب بھی کیوں سکون نہیں ہے مجھے؟ اب بھی کیوں رات آنکھوں میں کٹ جاتی ہے؟ اب بھی تم کیوں یاد آتی ہو؟ کیوں؟" اس نے میز پر مگ رکھتے ہوئے خود سے سوال کیا۔

"کیونکہ تم نے گناہ کیا ہے فائز میر! تم نے اس لڑکی کا قتل کیا ہے۔ ظلم کیا ہے اور ظالم کبھی سکون سے نہیں رہتے" اس کے اندر ہی کہیں سے آواز اٹھی تھی۔ شاید یہ اس کا ضمیر تھا جو اس پہ فرد جرم عائد کر رہا تھا۔

New Era Magazine

"کوئی ظلم نہیں کیا میں نے۔اس نے میرا دل دکھایا، میرے سچے جزبات کا مزاق بنایا۔اسے یہ سزا ملنی ہی چاہیے تھی" اس نے ضمیر کو بہلانا چاہا مگر وہ مسلسل کچوکے لگاتا رہا۔یہاں تک کہ کافی ختم کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

****

تجھے مل کے یہ دل کہتا ہے
کہ میں خود سے ہی آج ملی ہوں

صحن میں نیم کی چھاؤں میں چارپائی پر لیٹی اماں نے مگن انداز میں گنگناتی عائزہ کو بہت دھیان سے دیکھا تھا۔ آج سے پہلے تو وہ کبھی اتنی خوش نہیں لگی تھی۔خاموش طبع سی عائزہ آج کل انہیں بہت بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔ آج کل تو اس کے ہونٹوں سے مسکان جدا ہی نہ ہوتی تھی۔سفید رنگت پہ گلابیاں گھلنے لگی تھیں۔ان کے دل میں خدشے سر اٹھانے لگے۔
اندیشوں سے گھبرا کر وہ اٹھ بیٹھیں۔
"شاید میں نے اتنی اہم بات اسے نہ بتا کر بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔عائزہ کے ہوش سنبھالتے ہی مجھے اس کو سب بتا دینا چاہیے تھا۔اللہ کرے جو میں سوچ رہی ہوں ویسا نہ ہو۔ میں جلد ہی اسے سب بتا دوں گی" کچن سے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔وہ کچھ دیر یونہی خالی کچن کو دیکھتی رہیں پھر فیصلہ کر کے دوبارہ لیٹ گئیں۔

****

"کتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے؟" اس نے فائز کا بازو تھام کر مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ وہ دونوں آج پھر ٹہلتے ہوئے گھر سے کافی دور نکل آئے تھے۔ صاف ستھری سڑک بالکل سنسان تھی۔ سبک روئی سے چلتی ہوا نے موسم کی گرمی کو قدرے کم کر دیا تھا۔ سڑک کے کنارے کچھ کچھ فاصلے پر لگے نیم کے درختوں کے سائے تلے چلتے اس کے چہرے سے اس کے دل کی خوشی بالکل عیاں تھی۔

"اوپر دیکھو" فائز نے مسکراتے ہوئے اوپر کی سمت اشارہ کیا۔

"ہمم" اس نے نا سمجھی کے سے انداز میں سر اٹھا کر نیلے آسمان کو دیکھا جہاں پرندے ایک قطار میں فضا میں پر پھیلائے اوپر اور اوپر چلے جا رہے تھے۔

"کوئی ایریا ہے؟" اس کی نظریں بھی آسمان میں چکر کھا رہی تھیں۔

"نہیں" اس نے پرندوں سے نظر ہٹا کر اپنے برابر چلتے فائز کو ایک بار پھر حیرت سے دیکھا۔ عائزہ کو اس کی پہیلیاں بوجھنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

"اتنا" بلآخر فائز نے اسے حیرت کے سمندر سے نکال لیا۔ اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت، پھر خوشی اور پھر رشک اترا تھا۔ ہاں اسے خود پر رشک آیا تھا۔ اسے لگا وہ بھی ان پرندوں کی طرح آسمان میں کہیں اڑتی چلی جا رہی ہے۔ اوپر..... بہت اوپر!

"تم؟" فائز کی آواز پر وہ چونکی۔

"میں.....؟" وہ کچھ دیر سوچتی رہی۔

"میری محبت کو ظاہر کرنے والی کوئی مثال مجھے نہیں ملتی فائز! جتنے بھی الفاظ ہیں وہ سب میری آپ کے لیے جو محبت ہے اس کے آگے کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔ میں آپ سے جتنی محبت کرتی ہوں سارے الفاظ ملا کر بھی بالکل صحیح انداز میں بیان نہیں کر سکتی۔ محبت کو لفظوں میں ڈھالنا بہت مشکل ہے" اس نے اپنے لمبے سلکی بالوں کی ادھر ادھر اڑتی لٹوں کو سمیٹ کر کانوں کے پیچھے کیا۔ فائز نے نرمی سے اس کا نازک ہاتھ تھام کر اسے دیکھا۔ سبز رنگ کے لباس میں ملبوس وہ بھی اس قدرتی حسن کا حصہ لگ رہی تھی۔

"آؤ ادھر چل کر بیٹھتے ہیں" اس نے سرسوں کے کھیت کے ایک سمت بنی چھوٹی سی دیوار کی سمت اشارہ کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی چل پڑی کہ اس کے سنگ تو وہ کہیں بھی کچھ سوچے سمجھے اور کہے بغیر جا سکتی تھی۔

"میں نہیں جانتا عائزہ مجھے تم سے کب محبت ہوئی تھی۔ مگر مجھ پر میری محبت تب آشکار ہوئی جب تم یونیورسٹی سے پورے پانچ دن کے لیے غائب ہو گئی اور وہ پانچ دن میں نے ساری رات جاگتے اور سارا دن تمہیں یونیورسٹی میں ڈھونڈتے، تمہارا انتظار کرتے گزارے تھے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میرا دل تو میرا رہا ہی نہیں۔ جانے کب مجھے دغا دے گیا" وہ دھیمے لہجے میں کہے جا رہا تھا۔ اس نے سرسوں کا پھول توڑ کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس کی اس حرکت پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"مگر مجھے پتا ہے کہ مجھے آپ سے کب محبت ہوئی تھی" اس کی نظریں ہنوز پھول پر ٹکی ہوئی تھیں۔

New Era Magazine

"جب میں نے تم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا" جواب فائز کی طرف سے آیا تھا مگر اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"جب میں نے آپ کو..... من مایل میں دیکھا تھا" وہ شوخ انداز میں ہنس پڑی۔ فائز کچھ دیر حیرانی سے اسے دیکھتا رہا پھر بات سمجھ آنے پر اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"تو یہ کہو نہ کہ تمہیں مجھ سے نہیں بلکہ حمزہ علی عباسی سے محبت ہے" اس کے خفا خفا سے لہجے پر اس کی رکی ہوئی ہنسی دوبارہ شروع ہو گئی۔

"تو یہ بات ہے؟ موصوف جیلس ہو رہے ہیں؟" اس نے فائز کو مزید تنگ کرنا چاہا۔

"جی نہیں۔ میں کیوں جیلس ہونے لگا؟ کوئی جیلس ویلس نہیں ہو رہا میں" اس کا انداز ہنوز تھا۔

"اچھا نہ! میں مزاق کر رہی تھی" وہ زیادہ دیر اسے روٹھا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی تب ہی جلدی سے بولی۔ فائز نے بھی مصنوعی خفگی مزید جاری نہ رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دوبارہ اس کی سمت چہرہ موڑا۔

"ہاں تو بتاؤ نہ کب ہوئی تھی تمہیں مجھ سے محبت؟" اس کی آنکھوں میں اشتیاق امڑ آیا۔

"بتاؤں گی۔ پر ابھی نہیں" اس نے نیم کے پتے کو ہتھیلی پر رکھ کر اس پہ انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" اس کی آنکھوں میں الجھن اتری۔

"وقت آنے پر بتاؤں گی، پر ابھی نہیں" وہ بضد رہی۔ فائز نے اصرار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر اس کی ہتھیلی پر دھرے پتے کو بہت رشک سے دیکھا۔

"ہائے! اس پتے جیسی میری قسمت کیوں نہ ہوئی؟" اس کا یہ شرارتی لہجہ وہ اس عرصے میں بہت اچھی طرح پہچان چکی تھی۔ تب ہی اس کی آنکھوں میں بھی شرارت اتری۔

"کیونکہ آپ نیم جیسے کڑوے نہیں ہیں نہ..... مجھے نیم جیسی کڑوی چیزیں پسند نہیں" اس کے جواب پر وہ کچھ دیر شرارت سے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"تو مجھے کھانے کا ارادہ ہے؟ جانتا ہوں وامپائر ہو تم۔ میرے خون کی پیاسی" وہ کھڑا ہو گیا۔ عائزہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

"ڈریکولا کا خون پی کر وامپائر دوبارہ مر جائے گی۔ ڈاکٹر نے ڈریکولا سے فاصلا بنائے رکھنے کو کہا ہے" اس نے فائز کے ہاتھ میں دنے اپنے ہاتھ کہ طرف اشارہ کیا۔

"اس ڈاکٹر سے ضرور ملوانا۔ کچا نہ چبا جاؤں تو....." اس کے جلے ہوئے انداز پر وہ ہنس پڑی۔

"نیم جیسے تلخ لوگوں کی قسمت میں اکثر تنہائی لکھی ہوتی ہے۔ جس طرح نیم کی تلخی کی وجہ سے اسے کوئی پسند نہیں کرتا اسی طرح ان لوگوں کی تلخی کی وجہ سے کوئی ان کا دوست نہیں ہوتا۔ آپ نیم جیسے تلخ نہیں ہیں اس لیے آپ کی قسمت اس جیسی نہیں ہے" وہ ہنسی روک کر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ وہ اس کی بات پر دھیمی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے خاموشی سے چلتا رہا۔

"کبھی ٹیوب ویل سے پانی پیا ہے؟" دھیمے قدموں سے چلتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

"ابھی تک تو نہیں مگر آج شاید یہ تجربہ بھی ہونے والا ہے" اس نے کچھ فاصلے پر موجود ٹیوب ویل کو دیکھتے ہوئے کھنکتے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں بالکل! نہ صرف ٹیوب ویل بلکہ میں تو تمہیں چنے کا ساگ بھی کھلانے والا ہوں" اس کی بات پر وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔

"کیا واقعی؟ ویسے مجھے پتا نہیں تھا فیضی! کہ اس قدر ویل مینرڈ انسان جو چائے بھی پورے احتمام کے ساتھ سجا کر پیتا ہو وہ ٹیوب ویل کا پانی اور چنے کا ساگ بھی کھا سکتا ہے" اس کی حیرت بجا تھی۔ وہ اس فائز سے آشنا ہی نہ تھی جس سے آج ہو رہی تھی۔

"ایسا نہیں ہے مائے ڈیئر! کبھی کبھار ایسے بھی زندگی جینا اچھا لگتا ہے۔ اچھا تم یہیں رکو۔ میں یہاں کے مالک سے ساگ کے لیے پوچھ لوں" وہ اسے ٹیوب ویل کے قریب ٹھہرنے کا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ عائزہ اسے دور جاتے دیکھتی رہی۔ جب اس کے دل نے فائز کو سوچنا شروع کیا تھا۔ اسے پانے کا خیال اسے تب بھی نہیں آیا تھا کہ اس شخص کا حصول اسے کبھی ممکن لگا ہی نہیں تھا مگر اب...... اب وہ پورے حق سے کہہ سکتی تھی کہ وہ شخص اس کا ہے۔ اس کے خیال میں کبھی آیا ہی نہیں کہ وہ اس سے دور بھی جا سکتا ہے۔ اسے خبر تھی کہ فائز کے بابا کا کچھ سال پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا تھا۔ مما تو پیدائش کے کچھ سال بعد ہی مالکِ حقیقی سے جا ملی تھیں۔ جو تھوڑے بہت رشتہ دار تھے ان سے کبھی فائز کا رابطہ نہیں رہا تھا کہ وہ بیک وقت پڑھائی اور بزنس دونوں ہی سنبھال رہا تھا۔ فائز نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ امتحان ختم ہوتے ہی وہ اماں سے بات کرے گا اور اماں...... انہیں منانا ایسا مشکل بھی نہیں تھا۔

بچپن سے آج تک اس کی ہر خواہش پوری کرنے والی اماں اب کیسے اس کی اتنی بڑی خواہش نہ مانتیں؟ انہیں ماننا ہی تھا۔ وہ فائز کو انکار کر ہی نہیں سکتی تھیں مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ کہنے کچھ بتانے کو رہ ہی نہیں جاتا۔ وقت ہمارے ہاتھ پیر کچھ اس طرح باندھ دیتا ہے کہ ہمارے پاس خاموشی سے موت کو گلے لگا لینے کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن نہیں بچتا۔ پل میں ساری خوشیاں اجڑ جاتی ہیں۔ پل میں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور پل میں ذات بکھر کر رہ جاتی ہے!

****

آفس سے نکل کر اس نے گہری سانس لی۔ اب تو تھکن کا احساس بھی جیسے مر گیا تھا۔ اسے کبھی کبھی لگتا جیسے وہ مشین بن گیا ہے۔ دن رات کام کے علاوہ کچھ اور سوجھتا ہی نہ تھا۔ ہاں مگر اس مصروفیت کے باوجود جب وہ یاد آتی تب اسے اپنے اندر اب بھی ایک عدد دل کے موجود ہونے کا احساس ہوتا تھا۔

اس نے آج گاڑی کا رخ کیفے نیرو کی بجائے ایلیٹس کی سمت کر دیا۔ کار پارک کر کے اس نے اندر کی سمت قدم بڑھا دیے۔ آج بھی روز کی طرح موسم کافی سرد تھا اور اسی وجہ سے رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ کھڑکی کی سمت ایک خاموش گوشے میں موجود میز کا انتخاب کرتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھا۔ کافی کے ساتھ فرائز کا آرڈر دے کر اپنا پی سی آن کیا۔ ابھی کافی کام رہتا تھا۔ اس نے ٹیلی اوپن کر کے ڈسپلے سلیکٹ کیا ہی تھا کہ میلز کا خیال آگیا جو جانے کتنے عرصے سے چیک ہی نہیں کی تھیں۔ میلز سامنے آتے اس کا دل زور سے دھڑکا۔ سب

سے اوپر ربیعہ کا نام لکھا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے میل اوپن کی۔ وہ اس سے کانٹیکٹ کرنے کا کہہ رہی تھی۔ میل اس کی شادی سے بھی پہلے کی تھی۔ اس نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ پھر ساری میلز چیک کرنے کے بعد فیس بک پر پڑے ڈھیروں میسجز نپٹانے کا ارادہ کرتے ہوئے آئی ڈی لاگ ان کر لی۔ میسجز چیک کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر اس کا دل زور سے دھڑکا۔ یہاں بھی ربیعہ کا میسج موجود تھا۔ اس کا پہلا میسج پڑھتے ہی اس میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ اس نے تیزی سے ایک کے بعد ایک سارے میسجز پڑھ ڈالے۔

****

(جاری ہے)

نوٹ

اگر اور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine